امراؤ جان۔ ہنستے ہنستے لوٹی جاتی تھین۔
آغا صاحب۔ اچھا تو اب ایسے شعر نہ پڑھین۔ ہمارا معشوق ذلیل ہوا جاتا ہے۔
نازک خیالی سنیئے۔

تری نازک کمر کے باب مین چھلک بنا دینگے
وہ کیا سمجھے یہ باریکی طبیعت جسکی گٹھل ہو

خانصاحب۔ مین تسلیم کئے لیتا ہون کہ میری طبیعت ایسی ہے جیسا آپ ارشاد فرماتے ہین۔ مگر برائے خدا اس چھلک کے معنی سمجھا دیجیئے۔
آغا صاحب۔ خیر خاطر ہے۔ سن لیجئے۔ محاسب لوگ خانہ پُری کے لیے بجائے ندارد کے یہ نشان + بنا دیا کرتے ہین۔ اسلیئے اس سے یہ مطلب نکلا کہ کمر معدوم ہے۔ دوسرے ایک خط نے بیچون بیچ سے دوسری کو کاٹ دیا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ معشوق کی کمر کٹی ہوی اور پھر جڑی ہوئی بھی ہے۔
خانصاحب۔ یہ کیونکر؟ آغا صاحب۔ اب اس باریکی کو نہ پوچھیئے! خیر۔ حضرت واضح ہو کہ چھلک علم ریاضی مین علامت جمع کی ہے۔ لطف یہ ہے کہ علامت کی کوئی مقدار نہین ہوتی۔ مطلب یہ نکلا کہ کمر باوجود معدوم ہونے کے جسم کے دونون حصون کو جوڑے ہوئے ہے۔
احباب۔ حضرت بس نازکخیالی کی حد ہوگئی۔ جو کوئی اتنے علم جانتا ہو وہ آپکے شعر سمجھے۔
آغا صاحب۔ اسی سے تو مین ایسے ویسون کے سامنے پڑھتا نہین۔ افسوس اوستاد مرحوم زندہ ہوتے نہین تو ان شعرون کی کچھ داد ملتی۔ اب سمجھنے والون مین کون رہگیا ہے۔ خیر۔ اب مقطع سن لیجئے۔ طبیعت کلفت ہوگئی۔ کوئی قدردان نہین ہے۔

بس اے فراق بس! اطبعِ قیامت خیز کو روکو
غضب ہو جائے گا فوجِ مضامین مین جو ہلچل ہو

احباب۔ مقطع پھر عنایت ہو۔ آغا صاحب نے دوبارہ پڑھا۔
نواب صاحب۔ کیا زبردست تخلص رکھا ہے۔ فراق!۔
آغا صاحب۔ معاف فرمائیے گا۔ ہے تو کچھ ایسا ہی۔ مگر کچھ ایسا نازیبا نہین ہے۔ ایک تو خاندانی اعتبار سے۔ اسلیئے کہ فدوی کے آبا و اجداد دشت قبچاق مین لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ دوسرے اس سبب سے کہ اوستاد مرحوم سارق تخلص فرماتے تھے اور یہ کچھ ایسا نامناسب بھی نہ تھا۔ اسلیئے کہ (اونکی روح شرمندہ ہو) عمر بھر اگلے شاعرون

کے مضمون چُرا چُرا کے موزون فرمایا کیجیے۔ سارا دیوان ملاحظہ کر لیجیے۔ شاید ہی کوئی شعر نیا ہو۔ جب اشہب خامہ کی لگام میرے دست اقتدار مین آئی تو مین نے سرقہ کو اپنی شان کے منافی سمجھ کے قران تخلص رکھ لیا۔ کچھ نہی۔ اِسمین ایک طرح کا بانکپن تو ہے۔ بندہ کا یہ دستور رہا ہے اور رہے گا کہ شعرائے ماضی و حال و استقبال کے مضامین زبردستی چھین چھین کے اپنے قبضۂ تصرف مین کر لون گا۔

نواب۔ بہت مبارک!۔

مشاعرہ ختم ہونے کے بعد فالسہ کی برف جمائی گئی۔ اوسکی دو دو قفلیان احباب نے نوش کین۔ سب اپنے اپنے مکان کو تشریف لے گئے۔ اِسکے بعد دسترخوان بچھا۔ منشی صاحب نے اور مین نے اور امراؤ جان نے کھانا کھایا۔

منشی صاحب (امراؤ جان سے) ذرا اپنا وہ مطلع تو پڑھیے جو آپ نے پہلے پڑھا تھا

امراؤ جان۔ کسکو سنائین حال دل زار اے ادا
آوارگی مین ہمنے زمانے کی سیر کی

منشی صاحب۔ اِسمین شک نہین کہ آپ کے حالات بہت ہی دلچسپ ہونگے جب آپ نے یہ مطلع پڑھا ہے۔ مجھے یہی خیال ہے۔ اگر آپ اپنی سرگذشت بیان کرین تو لطف سے خالی نہ ہوگا۔

مین نے بھی منشی صاحب کے کلام کی تائید کی۔ مگر امراؤ پہلو بچاتی تھین۔

ہمارے منشی صاحب مہربان کو ابتدائے سن سے قصہ کہانیون کا بڑا شوق تھا۔ الف لیلہ امیر حمزہ کی داستان کے علاوہ بوستان خیال کی کل جلدین نظر سے گذری ہوئی تھین۔ کوئی ناول ایسا نہ تھا جو آپ نے نہ دیکھا ہو۔ مگر لکھنؤ مین چند روز رہنے کے بعد جب اہل زبان کی اصلی بول چال کی خوبی کھلی۔ اکثر ناول نویسون کے بے تکے قصے مصنوعی زبان۔ اور تعصب آمیز اور بیہودہ جوش دلانے والی تقریرین آپکے دل سے اوتر گئی تھین۔ لکھنؤ کے بامذاق لوگون کی گفتگو بہت ہی پسند آتی تھی۔ امراؤ جان کے اوس مطلع نے آپ کے دل مین وہ خیال پیدا کیا جسکا اشارہ اوپر کیا گیا ہے۔ القصہ منشی صاحب کے شوق اور میری اشتعال نے امراؤ جان کو مجبور کیا۔ اور وہ اپنی سرگذشت کہنے پر راضی ہو گئین۔

اِسمین کچھ شک نہین کہ امراؤ جان کی تقریر بہت شستہ تھی۔ اور کیون نہو۔ اوّل تو

خواندہ۔ دوسرے اعلےٰ درجے کی رنڈیون مین پرورشس پائی۔ شہزادون اور نوابزادون کی صحبت اوٹھائی۔ محلات شاہی تک رسائی ہوئی۔ جو کچھہ اونھون نے آنکھون سے دیکھا اور لوگون نے کانون سے نہ سنا ہوگا۔

اپنی سرگذشت وہ جس قدر کہتی جاتی تھین مین اون سے چھپا کے لکھتا جاتا تھا۔ تمام ہونے کے بعد مین نے مسودہ دکھایا۔ اسپر امراؤجان بہت ہی بگڑین۔ مگر اب کیا ہوتا تھا۔ آخر کچھہ سمجھہ بوجھہ کے چپ ہو رہین۔ خود پڑھا اور جا بجا جو کچھہ رہگیا تھا۔ اوسے درست کر دیا۔

مین امراؤجان کو اوس زمانے سے جانتا ہون۔ جب اون سے نواب صاحب سے ملاقات تھی۔ اونھین دنون میری نشست بھی وہان اکثر رہتی تھی۔ اس سرگذشت مین جو کچھہ بیان ہوا ہے۔ مجھے اوسکے حرف بحرف صحیح ہونے مین کوئی شک نہین ہے۔ مگر یہ میری ذاتی راے ہے۔ ناظرین کو اختیار ہے جو چاہین قیاس کرلین۔

مرزا رسوا۔

لکھنؤ مارچ ۔ ۱۸۹۹ء۔